السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کتب احادیث میں مروی کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد بھی پڑھنا چاہیے، پھر سلام پھیرا جائے، اس کے متعلق راجح قول کی نشاندہی کریں۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنے کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے، اگر سلام سے پہلے سجدہ سہو کیا جائے تو جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ تشہد کا اعادہ نہ کیا جائے اور اگر سجدہ سہو سلام کے بعد ادا ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ امام بخاری رحمة اللہ علیہ کا رجحان ہے کہ تشہد کے بغیر ہی سلام پھیر دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے صحیح بخاری میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے: ''شخص سجدہ سہو کے بعد تشہد نہیں پڑھتا۔''[1]

پھر آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور جناب حسن بصری رحمة اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہ سجدہ سہو کے بعد تشہد نہیں پڑھتے تھے اور حضرت قتادہ رحمة اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بھی سجدہ سہو کے بعد تشہد نہ پڑھنے کے قائل تھے۔ بہر حال کسی صحیح حدیث میں سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنے کا ذکر نہیں اور جن روایات میں تشہد کا ذکر ہے وہ صحیح اور قابل حجت نہیں۔ امام بخاری رحمة اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع روایت بھی ذکر کی ہے جس میں سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنے کا ذکر نہیں۔[2]

اس حدیث کے بعد مسلمہ بن علقمہ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد بن سیرین رحمة اللہ علیہ سے عرض کی کہ کیا سجدہ سہو کے بعد تشہد ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث میں تشہد کا ذکر نہیں، لیکن اشعث بن عبد الملک کی روایت میں تشہد پڑھنے کا ذکر ہے۔[3]

روایت میں اضافہ کو علامہ البانی رحمة اللہ علیہ نے شاذ قرار دیا ہے۔[4]

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی تشہد پڑھنا آیا ہے۔[5]

لیکن حافظ ابن حجر رحمة اللہ علیہ نے ان ہر دو روایات کو ناقابلِ حجت کہا ہے۔[6]

صحیح روایات میں سجدہ ہائے سہو کے بعد تشہد پڑھے بغیر سلام پھیرنے کا ذکر ہے لہٰذا اسی کو اختیار کرنا چاہیے، امام ابن تیمیہ رحمة اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔[7]

---

[1] بخاری، السہو باب نمبر ۴۔

[2] بخاری، السہو: ۱۲۲۸۔

[3] ابوداؤد الصلوٰۃ: ۴۸۲۔

[4] ارواء الغلیل، ص ۱۳۰، ج ۲۔

[5] مسند امام احمد، ص ۴۲۸، ج ۱۔

[6] فتح الباری، ص ۱۲۹، ج ۳۔

[7] مجموع الفتاویٰ، ص ۴۸، ج ۲۳۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث